قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (اٰل عمران: 74)
روزنامہ
الفضل لندن
مدیر۔ ابو سعید
Online Edition
ہفتہ 10/ اکتوبر 2020ء | 22 صفر 1442 ہجری قمری | جلد: 2 | شمارہ: 240

فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آپس میں حسد نہ کرو۔ آپس میں نہ جھگڑو۔ آپس میں بُغض نہ رکھو اور ایک دوسرے سے دشمنیاں نہ رکھو۔ اور تم میں سے کوئی ایک دوسرے کے سودے پر سودا نہ کرے۔ اے اللہ کے بندو! آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ۔ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ وہ اُس پر ظلم نہیں کرتا۔ اُسے ذلیل نہیں کرتا اور اُسے حقیر نہیں جانتا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دفعہ اپنے دل کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ ’’تقویٰ یہاں ہے، تقویٰ یہاں ہے، تقویٰ یہاں ہے۔ کسی آدمی کے شر کے لئے اتنا کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔ ہر مسلمان پر دوسرے مسلمان کا خون، مال اور عزت حرام ہے‘‘۔

(صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ والآداب باب تحریم ظلم المسلم وخذلہ حدیث: 6541)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

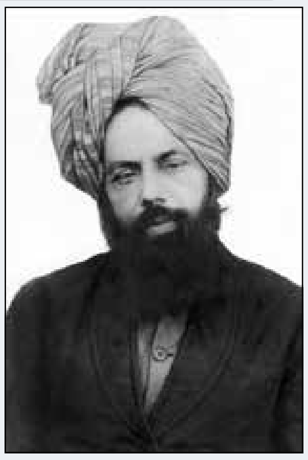

جماعت کو چند نصائح

مجھے معلوم ہوا ہے کہ بعض حضرات جماعت میں داخل ہو کر اور اس عاجز سے بیعت کر کے اور عہد توبہ نصوح کر کے پھر بھی ویسے کج دل ہیں کہ اپنی جماعت کے غریبوں کو بھیڑیوں کی طرح دیکھتے ہیں وہ مارے تکبر کے سیدھے منہ سے السلام علیک نہیں کر سکتے چہ جائیکہ خوش خلقی اور ہمدردی سے پیش آویں اور انہیں سفلہ اور خودغرض اس قدر دیکھتا ہوں کہ وہ ادنیٰ ادنیٰ خودغرضی کی بناء پر لڑتے اور ایک دوسرے سے دست بدامن ہوتے ہیں اور ناکارہ باتوں کی وجہ سے ایک دوسرے پر حملہ ہوتا ہے بلکہ بسااوقات گالیوں تک نوبت پہنچتی ہے اور دلوں میں کینے پیدا کر لیتے ہیں اور کھانے پینے کی قسموں پر نفسانی بحثیں ہوتی ہیں اور اگرچہ نجیب اور سعید بھی ہماری جماعت میں بہت بلکہ یقیناً دوسو سے زیادہ ہی ہیں جن پر خدا تعالیٰ کا فضل ہے جو نصیحتوں کو سن کر روتے اور عاقبت کو مقدم رکھتے ہیں اور ان کے دلوں پر نصیحتوں کا عجیب اثر ہوتا ہے لیکن میں اس وقت کج دل لوگوں کا ذکر کرتا ہوں اور میں حیران ہوتا ہوں کہ خدایا یہ کیا حال ہے۔ یہ کونسی جماعت ہے جو میرے ساتھ ہے۔ نفسانی لالچوں پر کیوں ان کے دل گرے جاتے ہیں اور کیوں ایک بھائی دوسرے بھائی کو ستاتا اور اس سے بلندی چاہتا ہے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ انسان کا ایمان ہرگز درست نہیں ہوسکتا جب تک اپنے آرام پر اپنے بھائی کا آرام حتی الوسع مقدم نہ ٹھہراوے۔ اگر میرا ایک بھائی میرے سامنے باوجود اپنے ضعف اور بیماری کے زمین پر سوتا ہے اور میں باوجود اپنی صحت اور تندرستی کے چارپائی پر قبضہ کرتا ہوں تاوہ اس پر بیٹھ نہ جاوے تو میری حالت پر افسوس ہے اگر میں نہ اٹھوں اور محبت اور ہمدردی کی راہ سے اپنی چارپائی اس کو نہ دوں اور اپنے لئے فرش زمین پسند نہ کروں اگر میرا بھائی بیمار ہے اور کسی درد سے لاچار ہے تو میری حالت پر حیف ہے اگر میں اس کے مقابل پر امن سے سو رہوں اور اس کے لئے جہاں تک میرے بس میں ہے آرام رسانی کی تدبیر نہ کروں اور اگر کوئی میرا دینی بھائی اپنی نفسانیت سے مجھ سے کچھ سخت گوئی کرے تو میری حالت پر حیف ہے اگر میں بھی دیدہ و دانستہ اس سے سختی سے پیش آؤں بلکہ مجھے چاہیئے کہ میں اس کی باتوں پر صبر کروں اور اپنی نمازوں میں اس کے لئے رو رو کر دعا کروں کیونکہ وہ میرا بھائی ہے اور روحانی طور پر بیمار ہے اگر میرا بھائی سادہ ہو یا کم علم یا سادگی سے کوئی خطا اس سے سرزد ہو تو مجھے نہیں چاہیئے کہ میں اس سے ٹھٹھا کروں یا چیں بر جبیں ہو کر تیزی دکھاؤں یا بدنیتی سے اس کی عیب گیری کروں کہ یہ سب ہلاکت کی راہیں ہیں۔ (روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 395، 396)

ارشاد باری تعالیٰ

اِنَّمَا الۡمُؤۡمِنُوۡنَ اِخۡوَۃٌ فَاَصۡلِحُوۡا بَیۡنَ اَخَوَیۡکُمۡ وَ اتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمۡ تُرۡحَمُوۡنَ

(الحجرات: 11)

ترجمہ: مومن تو بھائی بھائی ہی ہوتے ہیں۔ پس اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح کروایا کرو اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

فرمان خلیفہ وقت

پس نہ کسی کو اپنی نمازوں پر خوش ہونا چاہئے۔ نہ کسی کو اپنی جماعتی خدمات پر خوش ہونا چاہئے۔ نہ کسی کو کوئی خاص عہدہ ملنے پر خوش ہونا چاہئے۔ نہ کسی کو کسی مالی قربانی پر خوش ہونا چاہئے جبتک کہ عاجزی، انکساری اور اپنے بھائیوں سے ہمدردی اُس میں نہ ہو۔ اور جب حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد کے جذبات ایک انسان میں موجزن ہوتے ہیں تو پھر وہ حقیقی تقویٰ پر قدم مار رہا ہوتا ہے اور حقیقی تقویٰ پر چلنے والا پھر کسی نیکی پر خوش نہیں ہوتا۔ اُس میں فخر نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ کا خوف اور اُس کی خشیت اُس میں بڑھتی چلی جاتی ہے۔ ہر نیکی کرنے کے بعد یہ فکر دامنگیر رہتی ہے کہ پتہ نہیں یہ نیکی خدا تعالیٰ کے ہاں قبولیت کا درجہ بھی پاتی ہے کہ نہیں۔ پس حقیقی نیکیاں تقویٰ پیدا کرتی ہیں اور تقویٰ انسان میں عاجزی اور انکساری پیدا کرتا ہے۔ اور یہی چیز حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس زمانے میں ہم میں پیدا کرنے آئے ہیں۔ دوسروں کے لئے ہمدردی کے جذبات رکھنے کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگالیں کہ شرائطِ بیعت جو ایک احمدی کے حقیقی احمدی مسلمان کہلانے کے لئے بنیادی چیز ہے، اس کی چوتھی شرط میں آپ فرماتے ہیں کہ:

’’یہ کہ عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہیں دے گا، نہ زبان سے، نہ ہاتھ سے، نہ کسی اور طرح سے‘‘۔

(مجموعہ اشتہارات جلد اول 159 اشتہار ’’تکمیل تبلیغ‘‘ اشتہار نمبر 51 مطبوعہ ربوہ)

پس ایک احمدی مسلمان سے نہ صرف احمدی مسلمان بلکہ ہر مسلمان، ہر قسم کی ناجائز تکلیف سے محفوظ ہونا چاہئے اور نہ صرف مسلمان بلکہ اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق کا محفوظ رہنا ضروری ہے۔ بہت سے لوگ ایسے ہیں جو کسی کو تکلیف نہیں پہنچاتے۔ اپنے کام سے کام رکھتے ہیں۔ تکلیف پہنچانے کی برائی سے وہ پاک ہوتے ہیں تو کوئی یہ نہ سمجھے کہ پھر اُس نے بھی نیکی کے اعلیٰ معیار کو پالیا۔ مومن کا تو ہر قدم آگے سے آگے بڑھتا چلا جاتا ہے اور بڑھنا چاہئے، ورنہ تقویٰ اور ایمان میں ترقی نہیں ہوسکتی۔ اسی لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شرائطِ بیعت کی نویں شرط میں فرمایا کہ:

’’یہ کہ عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض للہ مشغول رہے گا اور جہاں تک بس چلتا ہے، اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بقیہ صفحہ 8 پر

اس شمارہ میں

- دربارِ خلافت
- نفس کا امتحان لے لینا (منظوم)
- ’’آؤ حسن یار کی باتیں کریں‘‘
- حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانیؒ

دربارِ خلافت

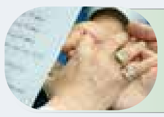

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

پس مسلمانوں کی یہ جو دوسرے درجے بلکہ تیسرے درجے کی حیثیت ہے اور ان کے اپنے ملکوں میں بھی حکومتیں چلانے کے لئے دوسروں کی طرف نظر ہے۔ پھر آسمانی اور زمینی آفات ہیں۔ یہ سب کیا ہے؟ سورۃ حشر کی آیت جس کی مَیں نے تلاوت کی ہے اس سے پہلی آیات میں مومن ہی مخاطب ہیں جنہیں تقویٰ اختیار کرنے کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ کل کے لئے کچھ آگے بھیجنے کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ آخرت کی اور عاقبت کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ اللہ کی یاد کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ ورنہ فرمایا اگر اس طرف توجہ نہیں کرو گے تو نتیجتاً تم خود اپنی پہچان کھو بیٹھو گے۔ فسق و فجور میں پڑ کر ذلت کا سامنا کرو گے۔ پس ہوش کرو اور شیطان کے پنجے سے نکلو اور اپنے دلوں کی سختیوں کو اللہ تعالیٰ کی یاد سے بھر کر نرمی میں بدلو۔ لیکن شیطان نے ایسا قابو کیا ہے کہ حقیقت کو سمجھنا نہیں چاہتے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا نقشہ ایک جگہ اس طرح کھینچا ہے کہ وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (الانعام: 44) یعنی ان کے دل تو اور بھی سخت ہو گئے ہیں اور جو کچھ وہ کرتے ہیں شیطان نے انہیں اور بھی خوبصورت کر کے دکھایا ہے۔ ہر آفت سے، ہر مشکل سے سبق لینے کی بجائے ظلموں میں اَور بڑھ جاتے ہیں۔ فسق و فجور میں اَور بڑھ جاتے ہیں۔ پاکستان میں بھی آج کل شور ہو رہا ہے۔ ہر جگہ مار دھاڑ ہوتی ہے۔ کہیں بجلی کے خلاف، کہیں دوسرے ظلموں کے خلاف، کہیں مہنگائی کے خلاف جلوس نکل رہے ہیں، کہیں دوسری آفات ہیں۔ لیڈر جو ہیں ان کو بھی کوئی فکر نہیں۔ اخباروں میں کالم لکھے جا رہے ہیں کہ ہم لوگ تباہی کے کنارے کی طرف بڑھتے چلے جا رہے ہیں اور یہ سب کچھ کیا ہے؟ اس کی ایک بہت بڑی وجہ مَیں بتاتا ہوں اور یہ وجہ ایک عرصہ سے بتا رہا ہوں کہ زمانہ کے امام کو ماننا تو درکنار، وہ تو ایک طرف رہا ایسے قانون لاگو کئے گئے ہیں کہ ماننے والوں پر قانون کی آڑ میں ظلم کئے جاتے ہیں۔ وہ ظلم تو پہلے بند کرو۔ امام الزمان کے خلاف ہر سرکاری کاغذ پر گالیوں کی جو بھرمار کی جاتی ہے اس کو تو بند کرو۔ ورنہ خدا تعالیٰ کی تقدیر اپنے پیاروں کے لئے اپنا کام کرتی ہے۔ کوئی غیر مسلم اگر اللہ اور محمدؐ کا نام یہاں پاکستان میں لے لے، گلوں میں لاکٹ پہنے ہوں تو بڑے خوش ہوتے ہیں۔ لیکن احمدی اگر اللہ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام اپنی مسجدوں اور گھروں پر لکھیں تو اسے توڑ کر گندے نالوں میں بہایا جاتا ہے۔ اُس وقت ان کو خیال نہیں آتا کہ اللہ تعالیٰ کے نام کی بے حرمتی ان سرکاری کارندوں کے ذریعہ سے ہو رہی ہے۔ اُس وقت ہتک رسول ان کو نظر نہیں آ رہی ہوتی۔ پس جب یہ چیزیں نظر نہیں آتیں تو اللہ تعالیٰ کی تقدیر پھر اپنا کام دکھاتی ہے۔

پاکستان میں علماء کہلانے والوں کی جہالت کا یہ حال ہے کہ ایک پروگرام کرنے والے کمپیئر ہیں، مبشر لقمان صاحب۔ بہرحال بڑی جرأت سے وہ پروگرام کر رہے ہیں۔ ٹی وی پہ ان کا پروگرام آیا۔ کتنی دیر جاری رہتا ہے۔ کس حد تک بے خوف رہتے ہیں یہ تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ لیکن بہرحال ان کا ایک پروگرام آیا جب اس میں احمدیوں کا ذکر ہوا تو ایک عالم صاحب وہاں بیٹھے جواب دے رہے تھے اور جس طرح کوکا کولا کا ٹریڈ مارک ہے اور اس نام سے کوئی اَور کمپنی کوکا کولا نہیں بنا سکتی ورنہ پکڑی جائے گی اسی طرح مسلمان صرف ہم کہلا سکتے ہیں اور احمدی اپنے آپ کو مسلمان کہیں گے تو ان کو سزا ملے گی۔ ایسے فتوے دینے والے یہ علماء ہیں جن کے بارہ میں حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک زمانہ میں انتہائی جاہل اشخاص کو لوگ اپنا سردار بنالیں گے اور ان سے جا کر مسائل پوچھیں گے اور وہ بغیر علم کے فتویٰ دیں گے۔ پس خود بھی گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔ (صحیح بخاری کتاب العلم باب کیف یقبض العلم حدیث 100)

(خطبہ جمعہ 11/ ستمبر 2009ء) (الفضل انٹرنیشنل جلد 16 شمارہ 40 مورخہ 2 اکتوبر تا 8 اکتوبر 2009ء صفحہ 5 تا صفحہ 8)

نفس کا امتحان لے لینا

مخبری پر بیان لے لینا
جان لینا ہے جان لے لینا
خندقیں کھودنے سے کچھ پہلے
مشک، کافوردان لے لینا
صرف الفاظ کم نہ پڑ جائیں
تیر، ترکش، کمان لے لینا
بھول جانا قرابتیں ساری
نفس کا امتحان لے لینا
لوٹ آئے ہیں مشکلیں سہہ کر
غازیوں سے گیان لے لینا
ہولناکی سے ڈر لگے جس پل
آسماں کی امان لے لینا
دوستی کے اصول ہوتے ہیں
دوستوں سے زبان لے لینا
بھیج دینا پیام اپنوں کو
جان دی ہے نشان لے لینا

(حافظ اسد اللہ وحید- سیرالیون)

آج کی دعا

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ آمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (سورۃ الحشر: 11)

ترجمہ: اے ہمارے رب! ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ایمان میں ہم پر سبقت لے گئے اور ہمارے دلوں میں ان لوگوں کے لئے جو ایمان لائے کوئی کینہ نہ رہنے دے۔ اے ہمارے رب! یقیناً تو بہت شفیق اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔

یہ قرآن مجید کی اپنے بزرگوں کے لئے حصولِ مغفرت اور کینہ دور ہونے کی بہت پیاری اور جامع دعا ہے۔

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک دوسرے سے بغض، کینہ نہ رکھو، حسد نہ کرو، بے رخی اور بے تعلقی اختیار نہ کرو۔ باہمی تعلقات نہ توڑو بلکہ اللہ تعالیٰ کے بندے اور بھائی بھائی بن کر رہو۔ کسی مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ ناراض نہ رہے اور اس سے قطع تعلق رکھے۔

(صحیح بخاری کتاب الادب)

ہمارے پیارے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت نظیر، امن و سلامتی والے معاشرے کے قیام کی کلید مندرجہ بالا حدیث میں بیان فرمادی ہے۔ اللہ کرے کہ ہم سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودہ ان سارے احکام کی کامل اطاعت کر کے نہ صرف اپنی زندگی بلکہ دوسروں کی زندگیاں بھی سنوارنے والے بنیں۔ آمین

مرسلہ: قدسیہ محمود سردار

اداریہ

’’آ ؤ حسنِ یار کی باتیں کریں‘‘

آج میں ایک ایسی عظیم ہستی کے حوالے سے گفتگو کر رہا ہوں جس کے احسانات کا کائنات کا ایک ایک ذرہ بار تلے دبا ہوا ہے۔ یہ ہستی لَمۡ یَلِدۡ وَلَمۡ یُوۡلَدۡ ہے۔ جو خود پیدا نہیں ہوا لیکن ساری کائنات اور مافیھا اس کی پیدا کردہ ہے۔

آج میں نے اس موضوع کو اس لئے چُنا ہے کہ ہم مخلوق بھی اسی ذات کی مرہون منت ہیں۔ ہم میں سے ہر ایک پر اس ذات اعلیٰ کے بے شمار اَنگنت احسانات و انعامات ہیں۔ ان احسانات کا گاہے بگاہے اپنی نجی و جماعتی محافل و مجالس میں ذکر ضروری ہے۔ یہ بھی شکر الٰہی کا ایک طریق ہے۔

اگر اللہ کی صفت ’’رحمٰن‘‘ ہی کو لیں جس کے تحت اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کے لئے اس کی پیدائش سے قبل اس کے آرام و آسائش اور اس کی آسانیوں کے لئے ایسی چیزیں بنا دیں جو اس کی ضرورت میں سے تھیں۔ جیسے آسمان، زمین، سورج، روشنی، اندھیرا، ہوا، پانی اور درخت وغیرہ وغیرہ تو اِسی پر دفتر کے دفتر لکھے جا سکتے ہیں۔ اقلام کی سیاہی ختم اور صفحات ناپید ہو سکتے ہیں مگر اس کی صفت کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ نے درس القرآن میں ہر سورت کے آغاز پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا الگ سے ترجمہ کیا ہے۔ جن کی تعداد 113 ہے۔ جو صفت الرحمٰن اور الرحیم کی وسعت معانی کی طرف دلالت کرتے ہیں۔ اور یہ 113 تراجم ہمارے الفضل لندن آن لائن میں شامل اشاعت ہو چکے ہیں۔

اس بحر بیکراں مضمون میں آگے بڑھنے سے قبل ضروری معلوم ہوتا ہے کہ عنوان میں لفظ ’’یار‘‘ کی وضاحت ہو جائے۔ یہ لفظ دوست، مددگار، پیارے، چہیتے، رفیق، ساتھی اور معشوق و محبوب کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس کے لئے ’’وَلِیٌّ‘‘ کے الفاظ استعمال فرمائے۔ جیسے فرمایا اَنۡتَ وَلِیّٖ فِی الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَۃِ (یوسف: 102) حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے کہ تو (اللہ) ہی میرا ولی دوست حمایتی ہے دنیا میں اور آخرت میں اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے بھی ولی کا ترجمہ دوست ہی کیا ہے۔

’’اللہ‘‘ اس کا ذاتی نام ہے اور ’’تعالیٰ‘‘ اس کی بڑائی کے لئے ساتھ لگایا جاتا ہے۔ اسی لئے کہتے ہیں کہ ’’اللہ تعالیٰ کہنے میں بڑی برکات ہیں‘‘ اور 99 اس کی صفات بیان ہوئی ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں جو شخص زندگی میں ان کو مدنظر رکھے گا اور ان کا مظہر بننے کی کوشش کرے گا وہ جنت میں داخل ہو گا۔ (ترمذی کتاب الدعوات)

ایک اور موقع پر سرورکائنات سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے۔ یعنی انسان، اللہ تعالیٰ کی صفات کا مظہر بننے کی صلاحیت رکھتا ہے اور اس میں یہ استعداد ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی صفات کا مظہر بننے کی صلاحیت رکھتا ہے اور اس میں یہ استعداد ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی صفات کو ظلّی طور پر اپنا سکے۔ (مسند احمد جلد دوم ص 323)

آنحضور ﷺ نے ننانوے صفات یوں گنوائیں۔

اَللّٰہُ (ہر قسم کے نقص سے پاک)، اَلرَّبُّ (پالنے والا)، اَلرَّحۡمٰنُ (بہت مہربان)، اَلرَّحِیۡمُ (نہایت رحم کرنے والا)، اَلۡمَلِکُ (بادشاہ)، اَلۡقُدُّوۡسُ (پاک ذات)، اَلسَّلَامُ (سلامتی والا)، اَلۡمُؤۡمِنُ (امن دینے والا)، اَلۡمُھَیۡمِنُ (پناہ دینے والا)، اَلۡعَزِیۡزُ (غالب)، اَلۡجَبَّارُ (زبر دست)، اَلۡمُتَکَبِّرُ (کبریائی والا)، اَلۡخَالِقُ (پیدا کرنے والا)، اَلۡبَارِئُ (نیست سے ہست کرنے والا)، اَلۡمُصَوِّرُ (صورت بنانے والا)، اَلۡغَفَّارُ (بخشنے والا)، اَلۡقَھَّارُ (مکمل غلبہ رکھنے والا)، اَلۡوَھَّابُ (بہت دینے والا)، اَلرَّزَّاقُ (روزی دینے والا)، اَلۡفَتَّاحُ (کھولنے والا)، اَلۡعَلِیۡمُ (جاننے والا)، اَلۡقَابِضُ (تنگ کرنے والا)، اَلۡبَاسِطُ (کشادہ کرنے والا)، اَلۡخَافِضُ (پست کرنے والا)، الرَّافِعُ (بلند کرنے والا)، اَلۡمُعِزُّ (عزت دینے والا)، اَلۡمُذِلُّ (ذلیل کرنے والا)، السَّمِیۡعُ (سننے والا)، اَلۡبَصِیۡرُ (دیکھنے والا)، اَلۡحَکَمُ (فیصلہ کرنے والا)، اَلۡعَدَلُ (انصاف کرنے والا)، اللَّطِیۡفُ (باریک بین)، اَلۡخَبِیۡرُ (باخبر)، اَلۡحَلِیۡمُ (نہایت بردبار)، اَلۡعَظِیۡمُ (عظمت والا)، اَلۡغَفُوۡرُ (بخشنے والا)، اَلشَّکُوۡرُ (قدر دان)، اَلۡعَلِیُّ (بلندی والا)، اَلۡکَبِیۡرُ (بڑائی والا)، اَلۡحَفِیۡظُ (حفاظت کرنے والا)، اَلۡمُقِیۡتُ (روزی پہنچانے والا)، اَلۡحَسِیۡبُ (حساب لینے والا)، اَلۡجَلِیۡلُ (شان والا)، اَلۡکَرِیۡمُ (عزت والا)، الرَّقِیۡبُ (نگہبان)، اَلۡمُجِیۡبُ (قبول کرنے والا)، الۡوَاسِعُ (کشائش والا)، اَلۡحَکِیۡمُ (حکمت والا)، اَلۡوَدُوۡدُ (محبت والا)، اَلۡمَجِیۡدُ (بزرگی والا)، اَلۡبَاعِثُ (اٹھانے والا)، اَلشَّھِیۡدُ (حاضر)، اَلۡحَقُّ (سچا مالک)، اَلۡوَکِیۡلُ (کام سنبھالنے والا)، اَلۡقَوِیُّ (زورآور)، اَلۡمَتِیۡنُ (قوت والا)، اَلۡوَلِیُّ (حمایت کرنے والا)، اَلۡحَمِیۡدُ (خوبیوں والا)، اَلۡمُحۡصِیۡ (گنتی والا)، اَلۡمُبۡدِئُ (پہلی بار پیدا کرنے والا)، اَلۡمُعِیۡدُ (دوسری بار پیدا کرنے والا)، اَلۡمُحۡیِیۡ (زندہ کرنے والا)، اَلۡمُمِیۡتُ (مارنے والا)، اَلۡحَیُّ (زندۂ جاوید)، اَلۡقَیُّوۡمُ (سب کا تھامنے والا)، اَلۡوَاجِدُ (پالنے والا)، اَلۡمَاجِدُ (صاحب بزرگ)، اَلۡوَاحِدُ (یکتا)، اَلصَّمَدُ (بے احتیاج)، اَلۡقَادِرُ (قدرت والا)، اَلۡمُقۡتَدِرُ (سب پر مقدور)، اَلۡمُقَدِّمُ (آگے کرنے والا)، اَلۡمُؤَخِّرُ (پیچھے کرنے والا)، اَلۡاَوَّلُ (سب سے پہلا)، اَلۡاٰخِرُ (آخری)، اَلظَّاھِرُ (ظاہر)، اَلۡبَاطِنُ (چھپا)، اَلۡوَالِیُ (کارساز)، اَلۡمُتَعَالِیُ (بلند صفتوں والا)، اَلۡبَرُّ (احسان کرنے والا)، اَلتَّوَّابُ (رجوع کرنے والا)، اَلۡمُنۡتَقِمُ (بدلہ لینے والا)، اَلۡعَفُوُّ (معاف کرنے والا)، اَلرَّؤُوۡفُ (نرمی کرنے والا)، مَالِکُ الۡمُلۡکِ (بادشاہوں کا مالک)، ذُوالۡجَلَالِ (جلال والا)، وَالۡاِکۡرَامِ (اور اکرام والا)، اَلۡمُقۡسِطُ (انصاف کرنے والا)، اَلۡجَامِعُ (اکٹھا کرنے والا)، اَلۡغَنِیُّ (بے پرواہ)، اَلۡمُغۡنِیُ (بے پرواہ کرنے والا)، اَلۡمَانِعُ (روکنے والا)، اَلضَّآرُّ (نقصان پہنچانے والا)، اَلنَّافِعُ (نفع پہنچانے والا)، اَلنُّوۡرُ (روشن کرنے والا)، اَلۡھَادِیُ (ہدایت دینے والا)، اَلۡبَدِیۡعُ (نئی طرح پیدا کرنے والا)، اَلۡبَاقِیُ (باقی رہنے والا)، اَلۡوَارِثُ (سب کا وارث)، اَلرَّشِیۡدُ (نیک راہ دکھانے والا)، اَلصَّبُوۡرُ (صبر کرنے والا)

ایک دفعہ حضرت رسول کریم ﷺ حضرت عائشہؓ سے فرمانے لگے کہ مجھے اللہ کی ایک ایسی صفت کا علم ہے جس کا نام لے کر دعا کی جائے تو ضرور قبول ہوتی ہے۔ حضرت عائشہؓ نے اس صفت کا نام پوچھا تو آنحضور فرمانے لگے کہ میرے خیال میں اس کا بتانا مناسب نہیں۔ حضرت عائشہؓ روٹھ کر ایک طرف بیٹھ گئیں کہ اب حضورؐ خود ہی بتائیں گے مگر جب کچھ دیر تک آنحضور ﷺ نے کچھ نہ بتایا تو پھر دوبارہ اپنی جگہ سے اُٹھیں۔ حضورؐ کی پیشانی کا بوسہ لے کر منت کرتے ہوئے صفت کا دوبارہ سوال کر دیا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: عائشہ! بات دراصل یہ ہے کہ اس صفت کے ذریعہ خدا تعالیٰ سے دنیا کی کوئی چیز مانگنا درست نہیں۔ اس لئے میں تمہیں نہیں بتا رہا۔ تب حضرت عائشہؓ ناراض ہو کر وہاں سے اٹھیں۔ وضو کر کے آنحضور ﷺ کو سنا سنا کر آواز بلند یہ دُعا مانگنے لگیں کہ ’’میرے مولیٰ! تجھے اپنے سارے پاک ناموں اور اچھی صفتوں کا واسطہ وہ صفتیں جو مجھے معلوم ہیں اور وہ بھی جو مجھے نہیں معلوم تو اس بندی سے عفو کا سلوک فرما۔‘‘

آنحضور ﷺ قریب بیٹھے مسکرائے جا رہے تھے اور فرمایا اے عائشہ! بے شک وہ صفت ان صفات میں سے ایک ہے جو تم نے شمار کر ڈالی ہیں۔ (ابن ماجہ کتاب الدعا)

لہٰذا دعا مانگتے متعلقہ صفت کا نام لے کر خدا تعالیٰ کو مخاطب کرنا چاہئے تا دُعا جلد قبول ہو۔

اللہ تعالیٰ کے متعلق حسن ظن رکھنا ایمانیات میں سے ہے۔ حدیث قدسی ہے حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے

بتایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔ أَنَا عِنۡدَ ظَنِّ عَبۡدِیۡ بِیۡ وَأَنَا مَعَہٗ حَیۡثُ یَذۡکُرُنِی (مسلم کتاب التوبہ) کہ میں اپنے بندے سے اس کے حسن ظن کے متعلق سلوک کرتا ہوں جو وہ میرے متعلق رکھتا ہے اور بخاری میں فَلۡیَظُنَّ بِیۡ مَاشَاءَ کے الفاظ ہیں جس کے معنی ہے کہ جیسا بندہ میرے متعلق گمان کرے ایسا ہی میرا اس سے سلوک ہوتا ہے۔

ایک مومن کو اللہ تعالیٰ کی ذات پر پورا یقین اور کامل توکل ہو کہ وہ کائنات کل ہے۔ وہ صرف ’’کُنۡ‘‘ کہتا ہے کہ ’’فَیَکُوۡنُ‘‘ ہوجاتا ہے۔اس سے اچھی امیدیں وابستہ ہوں۔اس کی تمام صفات پر یقین رکھے۔اس کے فضل، رحمت، قادر مطلق، جود و سخا،خیر، بھلائی،مغفرت،قبول توبہ،قبول دعوات اور بلندی درجات کے متعلق گمان رکھتا ہوں تو وہ خدا انسان پر اپنے فضل نچھاور کرتا ہے۔اور خدا مومن کے اعمال پر خوش ہوتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ اپنے بندے کی توبہ پر اللہ تعالیٰ اتنا خوش ہوتا ہے کہ اتنی خوشی اُس آدمی کو بھی نہیں ہوتی جسے جنگل بیابان میں کھانے پینے سے لدا ہوا گمشدہ اونٹ اچانک مل جائے۔(بخاری کتاب الدعوات) پھر حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو شخص مجھ سے بالشت بھر قریب ہوتا ہے میں اس سے گز بھر قریب ہوتا ہوں۔اگر وہ مجھ سے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے تو میں دو ہاتھ قریب ہوتا ہوں اور اگر وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑ کر جاتا ہوں۔(مسلم کتاب التوبہ)

آیت کریمہ قُلۡ إِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ کے تحت حدیث میں آتا ہے کہ حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے آپ کی وفات سے صرف تین دن پہلے یہ فرماتے سُنا لَا یَمُوۡتَنَّ اِلَّا وَھُوَیُحۡسِنُ بِاللّٰہِ الظَّنَّ (مسلم) کہ تم سے ہرگز ہرگز کسی کو موت نہ آئے مگر وہ اللہ کے ساتھ حسنِ ظن رکھتا ہو۔

یہ ہے وہ نمونہ جو سرکار دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے ایک مومن کے لئے چھوڑا۔اس لئے کہ حسن ظن سے انسانی اعمال بہتر ہوئے ہیں ہمارے پیارے رسول حضرت محمدؐ تو اپنے رب اللہ سے اس قدر پیار کرتے تھے کہ دشمن بھی کہہ اُٹھا کہ عَشِقَ محمدٌ رَبَّہٗ کہ محمد تو اپنے رب کا عاشق ہوگیا ہے۔

اس سلسلہ میں ایک اسرائیلی حکایت تحریر کرتا ہوں جو ہمارے اسلامی لٹریچر کا بھی حصہ بن گئی ہے۔بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کسی مقام سے گزر رہے تھے کہ ان کی نظر ایک چرواہے پر پڑی جو اپنے خدا کے ساتھ باتیں کرتے کہہ رہا تھا کہ اے خدا!اگر تو میرے پاس ہو تو میں تیرے بالوں میں کنگھی کروں، تیری جوئیں نکالوں، تیری خدمت کروں۔تجھے کھانے کھلاؤں ۔اگر تو بیمار ہو تو تیری تیمارداری کروں۔ وغیرہ وغیرہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا کہ تم اکیلے بیٹھے کس سے باتیں کر رہے ہو اس نے جواب دیا کہ میں اپنے خدا سے باتیں کر رہا ہوں جس نے ہمیں پیدا کیا،زمین و آسمان بنائے۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تم شرک کر رہے ہو۔آئندہ سے ایسا نہ کہو وہ تو شہنشاہوں کا شہنشاہ ہے۔وہ ایسی خدمت سے بے نیاز ہے جس کا ذکر تم کر رہے ہو۔یہ سن کر چرواہا بہت نادم ہوا۔اس نے اپنے کپڑے پھاڑے اور جنگل کی طرف نکل کھڑا ہوا۔

اتنے میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل کی اور شکوہ کیا کہ تم نے ہمارے بندے کو ہم سے جُدا کر دیا۔تجھ کو دنیا میں لوگوں کو میرے سے ملانے کے لئے بھیجا ہے نہ کہ جُدا کرنے کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب اللہ تعالیٰ کی ناراضگی بھانپی تو چرواہے کی تلاش میں جنگل میں نکل کھڑے ہوئے اور بالآخر اُسے تلاش کر ڈالا۔آپ نے چرواہے سے کہا کہ تمہیں اجازت ہے تم جس طرح چاہو اللہ سے مخاطب ہو اور جس طرح چاہو اسی طرح سے یاد کرو۔

(مثنوی رومی از مولانا جلال الدین رومی جلد اول صفحہ 174،182)

اللہ تعالیٰ کی نگاہ تو انسان کے دل کی پاتال تک ہوتی ہے بظاہر اس چرواہے کا خدا کے متعلق ظن بے ادبی محسوس ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کو اپنے اس بندے کی ادا اور حسن ظن بہت پسند آیا اور ایک نبی کو بھی جھاڑ پلا دی۔

مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک روایت یاد آرہی ہے جو حضرت سید عزیز الدینؓ نے بیان کی ہے۔

ایک مرتبہ حضور علیہ السلام باغ میں تشریف لے گئے تو ایک شخص نے پوچھا کہ حضور بہشت میں کون کون سے دنیاوی پھل ملیں گے؟ آپؑ نے فرمایا کہ آم اور اس کے متعلق یہ بھی نکتہ بیان فرمایا کہ الف سے اللہ مراد ہے اور میم سے محمدؐ۔اور اس کے صرف دو ہی حرف ہیں اور انہیں سے اصل پھل بنتا ہے، اللہ محمدؐ کی دوستی ہی سے بہشت ملے گی اور یہی سب سے اچھا اور میٹھا پھل ہے۔

اس سے کوئی دھوکہ نہ کھائے کہ حضور کی مراد آم سے تھی بلکہ اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کی محبت کے پھل سے تھی۔

(سیرت حضرت سید عزیز الدینؓ ص 177)

ایک دفعہ ایک استاذ نے اپنے شاگردوں کو کہا کہ آپ میں سے ہر ایک نے ایک مرغی ایسی جگہ پہ ذبح کر کے لانی ہے جہاں آپ کو کوئی نہ دیکھتا ہو۔طلبہ مرغیاں لے کر چلے گئے کسی نے ایسے کونے کدھرے تلاش کئے جو آبادی سے ذرا ہٹ کر تھے کسی نے مسجد کی صف کو اپنے اوپر لپیٹ کر مرغی کو ذبح کیا اور کسی نے اپنی اپنی سوچ کے مطابق جگہیں تلاش کیں۔جب ایک ذہین وفطین مطیع فرمانبردار طالب علم کے علاوہ سب طلبہ آگئے تو استاذ کو فکر لاحق ہوئی کہ ایک طالب علم نہیں آیا کچھ دیر بعد میں ایک طرف سے شرمندگی سے سر نیچے جھکائے ، زندہ مرغی اور چھری ہاتھ میں پکڑے نمودار ہوا استاد سے کہا کہ استاذ جی! میں نے بہت سی جگہیں تلاش کیں۔میں ادھر بھی گیا، اُدھر بھی۔گھروں میں بھی کونے کدھرے تلاش کئے۔چھت پر چڑھ کر دیکھا مگر میں آپ کی اس شرط پر پورا نہیں اُتر پایا کہ ایسی جگہ پر مرغی کو ذبح کرنی ہے جہاں کوئی نہ دیکھتا ہو۔مجھے تو ہر جگہ اللہ تعالیٰ نظر آیا کہ وہ مجھے دیکھ رہا ہے۔لہٰذا معذرت کہ میں مرغی ذبح نہیں کر پایا۔

یہ قصہ ہے یا حکایت حقیقت سے اس کا کوئی تعلق ہے یا نہیں تاہم اس میں ایک بہت بڑا سبق ہے اور اس ذہین طالب علم کا اپنے اللہ کے بارے حسن ظن ہے کہ وہ دیکھتا ہے اور جب خدا دیکھتا ہے تو انسان بُرے اعمال کی چوری نہیں کرتا۔

’’آؤ حسن یار کی باتیں کریں‘‘ مکرم چوہدری محمد علی مضطر کی ایک نظم کا عنوان ہے۔آپ نے گو اس میں حضرت رسول پاک ﷺ کی سیرت کو بیان کیا ہے۔لیکن خاکسار اس مصرعہ کو اپنے اللہ تعالیٰ پر چسپاں کر کے اس مضمون میں اللہ کے بارے میں باتوں کا ذکر کرنے کی درخواست قارئین کرام سے کر رہا ہے۔تا اللہ تعالیٰ کے حوالے سے ہماری ذات کے ساتھ بیتے واقعات کا تذکرہ ہم اپنے گھروں میں نوجوان نسل کے سامنے کریں اور انہیں بتائیں کہ اللہ تعالیٰ ایک زندہ ہستی ہے وہ ہمارے بہت قریب ہے وہ ہمیں دیکھتا ہے۔ہمارے اعمال کی جزا سزا دیتا ہے ہمیں اس کے حضور جھکنا چاہئے ۔ اپنی مشکلات اس کے سامنے رکھیں اور ان کے ازالہ و دوری کے لئے دعا کریں اور خدا پر یقین اور اس پر توکل کو یقینی بنائیں۔کیونکہ دنیا میں دہریت کی طرف رجحان بہت بڑھ رہا ہے۔حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے گزشتہ سے پیوستہ خطبہ جمعہ میں حضرت مصلح موعودؓ کی کتاب ہستی باری تعالیٰ کے حوالہ سے فرمایا’’۔بڑی اچھی ہے پڑھنی چاہئے ہر احمدی کو‘‘

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ’’یار‘‘ کے لفظ کو اللہ تعالیٰ کے لئے استعمال فرمایا ہے ’’شان اسلام‘‘ کے نام سے اپنے منظوم کلام میں سید کونین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا ذکر ’’وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا‘‘ کی ذیل میں ذکر فرماتے ہیں۔اس کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ اس عظیم رہنما کے ذریعہ ہم نے ’’یار لامکانی‘‘ سے ملاقات کی ہے۔

؎ پردے جو تھے ہٹائے اندر کی رہ دکھائے
دل یار سے ملائے وہ آشنا یہی ہے
وہ یار لامکانی ، وہ دلبر نہانی
دیکھا ہے ہم نے اس سے بس رہنما یہی ہے

(درثمین صفحہ 98)

حدیث قدسی ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو مخاطب ہو کر فرماتا ہے کہ اے میرے بندو!اگر تمہارے اگلے پچھلے جنّ و انس ایک میدان میں اکٹھے ہو جائیں اور مجھ سے حاجات طلب کریں اور

میں تمام انسانوں کی حاجات پوری کر دوں تو بھی میرے خزانوں میں اتنی بھی کمی نہیں آئے گی جتنی سمندر میں سوئی ڈال کر اس کو باہر نکالنے سے سمندر کے پانی میں آتی ہے۔
(مسلم کتاب البر والصلۃ)

چودھویں رات کے چاند کی طرح

آنحضور ﷺ نے ایک رات چودھویں رات کے چاند کو دیکھ کر صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم اپنے پروردگار کو اسی طرح بلا روک ٹوک دیکھو گے جس طرح اس چودھویں کے چاند کو دیکھ رہے ہو اگر تم یہ شرف حاصل کرنا چاہتے ہو تو فجر اور عصر کی نماز وقت پر پڑھنے میں کوتاہی نہ ہونے دو۔ (بخاری کتاب التوحید)

نماز کے ذریعہ ذکر الٰہی کی مجلس attend کرنے کا ذکر ہوا ہے تو پہلے آنحضور ﷺ کا یہ ارشاد بھی تحریر کرتا جاؤں کہ انسان اپنے ربّ اللہ سے سب سے زیادہ قریب سجدہ کی حالت میں ہوتا ہے اس لئے سجدہ میں بہت دعا کیا کرو۔ (مسلم کتاب الصلوۃ)

نیز فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بڑا حیا والا بڑا کریم اور سخی ہے جب بندہ اس کے حضور دونوں ہاتھ بلند کرتا ہے وہ ان کو خالی اور ناکام واپس کرنے سے شرماتا ہے۔ (ترمذی کتاب الدعوات)

آنحضور ﷺ کا اسوہ

حضرت عائشہؓ نے ایک دن اپنے شوہر نامدار حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے عرض کی کہ آپ اتنا لمبا قیام کرتے ہیں کہ قدم سوج جاتے ہیں۔ جب خدا نے آپ کے اگلے پچھلے سب قصور معاف فرما دیئے ہیں تو پھر ایسا کیوں تو آپؐ نے فرمایا اَفَلَا اَکُوْنُ عَبْدًا شَکُوْرًا کیا میں اپنے رب کے فضل و احسان پر اس کا شکرگزار بندہ نہ بنوں۔ (بخاری کتاب التفسیر)

حضرت ربیعہ ابن کعب الاسلمی (اھل الصفہ میں سے) آنحضور ﷺ کی خدمت کے لئے آپؐ کے گھر سویا کرتے تھے۔ ایک دن حضورؐ نے آپ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ مجھ سے کچھ مانگنا ہے تو مانگ لو۔ آپ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! میں صرف یہ درخواست کرتا ہوں کہ جنت میں آپ کا ساتھ میسر ہو تو حضور نے فرمایا کہ فَاَعِنِّی عَلٰی نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُوْدِ کہ پھر کثرت سجود و صلوۃ سے تم بھی اس بارہ میں میری مدد کرو۔
(مسلم باب فضل السجود والحث علیہ)

اللہ تعالیٰ کا اپنے بندے سے تعلق

آنحضور ﷺ نے حضرت ابن عباسؓ کو ایک سفر کے دوران اللہ تعالیٰ کے حُسن کے بارہ میں چند باتیں بیان فرمائیں۔ فرمایا
اللہ تعالیٰ کا خیال رکھ اللہ تعالیٰ تیرا خیال رکھے گا۔
اللہ تعالیٰ پر نگاہ رکھ تو اسے اپنے پاس (سامنے) پائے گا۔
جب کوئی چیز یا مدد مانگنی ہو تو اللہ تعالیٰ سے مانگ۔
اللہ تعالیٰ کو خوشحالی میں پہچان وہ تجھے تنگدستی میں پہچانے گا۔
(ترمذی ابواب صفۃ القیامۃ)

اس "یارلامکانی" پر جس کی قدرتیں اور قوتیں لامتناہی اور ساری کائنات پر محیط ہیں۔ اس کا احاطہ ناممکنات میں سے ہے۔ خاکسار نے احادیث میں سے پھولوں کا ایک گلدستہ تیار کیا ہے اور خصوصاً اس خدا کی طرف رہنمائی کرنے والے کی عظیم شخصیت کے حوالہ سے آپ کی سیرت کے چند پھول جمع کرنے کی کوشش کی ہے۔ ورنہ تو اس مضمون کے ایسے حسین اور خوبصورت زاویے ہیں جو بیان ہونے لگیں یا جن پر قلم اٹھایا جائے نا ختم ہونے والا ایک سلسلہ ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اپنی شناخت کیسے کروائی۔ یہ الگ مضمون ہے۔ احادیث کا صرف ایک رنگ اس مضمون میں پیش کرنے کی جسارت کی ہے۔ ورنہ احادیث کے حوالہ سے اور بہت سے رنگ بیان ہو سکتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور پھر خلفائے احمدیت کے ارشادات کو الگ سے بیان کیا جاسکتا ہے۔ اللہ کی تصویر جو خلفاء کے دلوں پر نقش ہوئی وہ ایک الگ سے داستان ہے۔ پھر جماعت احمدیہ میں ہر فرد کا اپنے خالق حقیقی سے تعلق رہا ہے اب بھی ہے اور ان شاء اللہ آئندہ بھی رہے گا۔ کس طرح خدا تعالیٰ نے دعائیں قبول کیں۔ مشکلات سے نجات دی۔ نرینہ اولاد سے نوازا۔ جن مستورات کی گودیں اولاد سے خالی تھیں ان کی گودیں اولاد کے پھولوں سے ہری بھری ہوئیں۔ قرض خواہوں کے قرض اُترے الغرض ہر میدان میں اپنے خدا کو سامنے رکھ کر "آؤ حسن یار کی باتیں کریں" کی محفلیں گھروں میں قائم ہونی چاہئیں۔ اپنی اولادوں کو بتلایا جائے کہ خدا تعالیٰ کے کون کون سے احسانات کے تلے ہمارا خاندان دبا ہوا ہے۔ ان احسانات و انعامات کا بدلہ دعاؤں، سجود، عبادات میں شکر الٰہی کر کے ہی اُتارا جاسکتا ہے۔ اس حوالہ سے اولادوں اور آئندہ نسلوں کو اللہ کی طرف مائل کریں اور انہیں شکرگزار بندے بنائیں۔ اور اپنی اولاد کو بتا دیں کہ آنحضور ﷺ سے حضرت ام سلمہؓ نے یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی دِیْنِكَ کہ اے دلوں کو پھیرنے والے! میرے دل کو اپنے دین پر ثابت قدم رکھنے کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ انسان کا دل خدا تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان ہے جس شخص کو ثابت قدم رکھنا چاہے اس کو ثابت قدم رکھے اور جس کو ثابت قدم نہ رکھنا چاہے اس کے دل کو ٹیڑھا کر دے۔ (ترمذی ابواب الدعوات)

اور فرمایا۔ سات اشخاص پر قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔ ان میں ساتویں نمبر پر فرمایا کہ ایسا مخلص جس نے خلوت (تنہائی) میں اللہ تعالیٰ کو یاد کیا اور اس کی محبت اور خشیت سے اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ (مسلم کتاب الزکوۃ)

ہاں ہاں اپنے آپ کو بھی اور اپنی اولاد اور ماتحت عزیز و اقارب کو بھی یہ سمجھانے کی ضرورت ہے کہ اللہ تعالیٰ غرغرے سے پہلے ہر سچی توبہ کو قبول کرتا ہے (ترمذی کتاب الدعوات) اگر کوئی شخص کسی کے متعلق یہ کہہ دے کہ فلاں آدمی کو اللہ نہیں بخشے گا تو اس پر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ کون ہو تم جو مجھ پر پابندی لگاتے ہو کہ میں فلاں کو نہیں بخشوں گا۔ میں نے تو اسے بخش دیا ہے۔ ہاں تمہارے اعمال ضائع ہوگئے جس نے یہ بہتان مجھ پر باندھا ہے۔ (مسلم کتاب البرّ والصلۃ)

ذکر کی مجالس جنت کے باغ

مضمون کے آغاز پر بھی لکھ آیا ہوں کہ اس Topic پر ہروقت، ہر لحہ، ہر لحظہ اپنی نجی و دیگر مجالس میں اللہ تعالیٰ کے انعامات کا ذکر کرنا چاہئے تا ماحول میں بسنے والے دوسرے لوگوں کو بھی اپنے اللہ کی طرف رغبت پہلے سے زیادہ ہے۔

اب مضمون کا اختتام بھی اسی سے ملتے جلتے مضمون والی حدیث سے کرنا چاہتا ہوں جس کا مقصد یہ ہے کہ تسبیحات، تکبیرات اور لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ اور اس طرح کے احادیث میں بیان دوسرے مبارک کلمات کا کثرت سے ورد ذکر الٰہی ہے۔ جسے کثرت سے کر کے اللہ تعالیٰ کا قرب بھی حاصل کرنا چاہئے اور مزید انعامات اور افضال کا وارث بھی بننا چاہئے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے ہم پر ہونے والے احسانات انعامات اور افضال کا ذکر محفلوں میں کرنا بھی ضروری ہے۔

آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ اے لوگو! جنت کے باغوں میں چرنے کی کوشش کرو۔ صحابہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! جنت کے باغ کیا ہیں؟ فرمایا "ذکر کی مجالس"۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ صبح اور شام کے وقت بالخصوص اللہ کا ذکر کرو۔ اگر کوئی اپنی اُس قدر و منزلت کو جاننا چاہتا ہے جو اس کی اللہ کے ہاں ہے تو وہ دیکھے کہ اللہ تعالیٰ کے متعلق اس کا تصور کیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی ایسی ہی قدر کرتا ہے جیسی اس کے دل میں اللہ کی قدر ہے۔
(حدیقۃ الصالحین از حضرت ملک سیف الرحمٰن صفحہ 127)

پھر ایک موقع پر ذکر الٰہی کرنے والوں کو زندہ اور نہ کرنے والوں کو مُردہ بلکہ ذکر الٰہی سے معمور گھروں کو زندہ اور ذکر الٰہی سے خالی گھروں کو مُردہ قرار دیا۔ (بخاری کتاب الدعوات)

پھر فرمایا کہ ایسے شخص کے پاس بیٹھنا مفید ہے جس کو دیکھنے سے تمہیں خدا یاد آئے۔
(حدیقۃ الصالحین صفحہ 130)

☆...☆...☆

(باسل احمد بشارت)

گیارہویں صدی کے مجدد

حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانیؒ

نام و نسب

آپ کا نام احمد، کنیت ابوالبرکات،لقب بدرالدین اور عرف امام ربانی ہے۔ والدمحترم کا نام عبد الاحد تھا۔آپ کا نسب اٹھائیس واسطوں سے خلیفۂ راشد حضرت فاروق اعظم عمر بن خطابؓ سے جاملتا ہے۔اسی نسبت سے آپ فاروقی بھی کہلائے۔آپ کا نسب نامہ یہ ہے:

حضرت شیخ احمد بن مخدوم عبد الاحد بن زین العابدین بن عبد الحیٔ بن محمد بن حبیب اللہ بن امام رفیع الدین بن نصیر الدین بن سلیمان بن یوسف بن اسحاق بن عبد اللہ بن شعیب بن احمد بن یوسف بن شہاب الدین علی فرخ شاہ بن نور الدین بن نصیر الدین بن محمود بن سلیمان بن مسعود بن عبد اللہ الواعظ الاصغر بن عبد اللہ الواعظ الا کبر بن ابو الفتح بن اسحاق بن ابراہیم بن ناصر بن حضرت عبد اللہؓ بن حضرت عمر فاروقؓ۔

خاندانی پس منظر

حضرت امام ربانیؒ کا آبائی وطن مدینہ منورہ تھا پھر وہاں سے آپ کے آباء و اجداد کابل افغانستان منتقل ہو گئے۔آٹھویں صدی ہجری میں فیروز شاہ کے دور حکومت میں آپ کے جد اعلیٰ امام رفیع الدین کابل سے ہندوستان ہجرت کر آئے۔پہلے ''سنّام'' پھر ''سرہند'' میں سکونت اختیار کی۔امام رفیع الدین اپنے آباء واجداد کی طرح علوم ظاہر و باطن کے جامع تھے اور بہت سے مشائخ سے استفادہ کیا۔ اپنے زہد و تقویٰ کی بناء پر سید جلال الدین بخاری نے آپ کو اپنا امام نماز مقرر فرمایا۔

امام رفیع الدین کے صاحبزادے شیخ حبیب اللہ بھی اپنے زمانہ کے اولیاء اللہ میں سے تھے پھر ان کے بیٹے محمد اپنے والدمحترم کے قابل جانشین بنے اور شیخ محمد کے فرزند شیخ عبد الحیٔ بھی اپنے وقت کے جید عالم اور نیک بزرگ تھے۔ شیخ عبد الحیٔ کے بڑے بیٹے شیخ زین العابدین اپنے والدمحترم کی مسند پر بیٹھے اور علم وفضل میں مقام حاصل کیا۔حضرت امام ربانی کے والد محترم عبد الاحد بھی علم دوست انسان تھے جنہوں نے اپنے زمانہ کے معروف صاحب طریقت اور صوفیاء سے استفادۂ کمال کیا۔غرضیکہ حضرت مجدد الف ثانی کا خاندان علوم ظاہری و باطنی کا حامل تھا۔

قبل از ولادت بشارات

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کی پیدائش سے متعلق مختلف بشارات کا ذکرملتا ہے۔بعض کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کی حدیث ''يَكُونُ فِي أُمَّتِي رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ صِلَةُ يَدْخُلُ بِشَفَاعَتِهِ الْجَنَّةَ كَذَا وَكَذَا''

(جمع الجوامع جزء 13 صفحہ 331، کنزالعمال جزء12صفحہ 185)

کہ میری امت میں ایک ایسا شخص ہو گا جو ''صلۃ (یعنی مخلوق کو خالق سے جوڑنے والا)'' کہلائے گا،اس کی شفاعت سے ایسے ایسے لوگ جنت میں داخل ہو نگے، کے مصداق آپ ہیں اور اس کی دلیل وہ یہ پیش کرتے ہیں کہ امام صاحب نے اپنے ایک مکتوب میں خود کو ''صلۃ'' قرار دیا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے:

''الحمدللہ الذی جعلنی صلۃ بین البحرین ومصلحا بین الفئتین اعمل الحمدللہ علی کل حال والصلوۃ والسلام علی خیر الانام و علی اخوانہ الکرام من الانبیاء والملئکۃ العظام۔''

کہ تمام تعریفیں اس ذات کے لیے جس نے مجھے دوسمندروں کو ملانے والا اور دوگروہوں میں صلح کرانے والا بنایا ہے اور درود وسلام ہو ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر جو تمام مخلوقات میں سے سب سے افضل اور تمام انبیاء و ملائکہ پر بھی درود و سلام ہو۔

(مکتوبات امام ربانی دفتر دوم مکتوب نمبر 6)

اس عبارت میں دوسمندروں سے مراد شریعت و طریقت کے سمندر اور دو گروہوں سے مراد علماء و صوفیاء کے گروہ مراد ہیں۔

(تذکرۃ مشائخ نقشبندیہ از محمد نوربخش توکلی صفحہ 265)

خاکسار نے جب اس روایت کی تخریج کی تو معلوم ہوا کہ یہ روایت ابوعبد الرحمٰن عبد اللہ بن مبارک (متوفی:181ھ) نے اپنی کتاب ''الزھد والرقاق'' میں بھی نقل کی ہے اور اس میں اس شخصیت کا پورا نام ''صلۃ بن اشیم'' درج کیا ہے۔

علامہ ابن سعد نے اپنی طبقات میں ''صلۃ بن اشیم عدوی'' کاذکر کیا ہے اور اس روایت کو انہی سے منسوب کیا ہے اور لکھا ہے کہ صلۃ بن اشیم کا تعلق بنو عدی سے اور کنیت ابو الصہباء تھی۔متقی اور ثقہ عالم و فاضل تھے۔(طبقات الکبریٰ لابن سعد جزء 7 صفحہ 96)

لیکن اولیاء اللہ اور بزرگان امت نے آپ کی ولادت کے متعلق متعدد پیش خبریاں دی تھیں۔حضرت غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانیؒ ایک روز جنگل میں مراقبہ میں تھے کہ آپ نے کشفًا دیکھا، آسمان سے ایک نور ظاہر ہوا جس نے تمام عالم کو منور کر دیا اس کے ساتھ ہی آپ کو القا ہوا کہ آپ کے پانچ سو سال بعد ایک بزرگ امت میں پیدا ہو گا جو دنیا سے الحاد وزندقہ اور شرک و بدعت کو مٹادے گا اور تجدید دین محمدیؐ کرے گا اور اس کی صحبت کیمیائے سعادت ہو گی۔اس القا کے بعد آپ نے اپنا خرقہ بطور امانت اپنے صاحبزادے سید تاج الدین عبد الرزاق کو سپرد کیا اور وصیت فرمائی کہ جب اس بزرگ کا ظہور ہو تو اس کو میری طرف سے یہ دے دینا۔یہ امانت نسل درنسل منتقل ہوتی رہی یہاںتک کہ شاہ کمالؒ کے پیر شاہ سکندرؒ نے حضرت مجدد الف ثانی کی خدمت میں پیش کیا۔

(سیرت امام ربانی مجدد الف ثانی از ابولابیان داؤد پسروری صفحہ 45)

پھر شیخ احمد جام نے بھی پیشگوئی کی کہ میرے بعد سترہ آدمی میرے ہمنام ہوں گے اور ان میں سب سے آخری شخص آنحضرت کی ہجرت کے ہزار سال بعد ظاہر ہو گا جو سب سے افضل ہو گا۔(سیرت امام ربانی مجدد الف ثانی صفحہ 46)

اسی طرح شیخ خلیل اللہ بدخشیؒ، شیخ عبد القدوس گنگوہیؒ، شیخ سلیم چشتیؒ، شیخ نظام نارنولیؒ، شیخ عبد اللہ علاؤ الدین سہروردیؒ، علامہ عبد الرحمٰنؒ نے حضرت امام ربانیؒ کی ولادت کی پیشگوئیاں کیں۔

والدمحترم کا کشف

آپ کے والدمحترم عبد الاحد نے ایک روز خواب میں دیکھا کہ تمام جہان میں ظلمت پھیل گئی ہے۔سؤر، بندر اور ریچھ لوگوں کو ہلاک کر رہے ہیں۔اسی اثناء میں ان کے سینے سے ایک نور نکلا اور اس میں ایک تخت ظاہر ہوا۔اس تخت پر ایک شخص تکیہ لگائے بیٹھا ہے اور اس کے سامنے تمام ظالموں، زندیقوں اور ملحدوں کو بکرے کی طرح ذبح کر رہے ہیں کوئی شخص بآواز بلند کہتا ہے: وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا

اس خواب کی تعبیر دریافت کرنے پر حضرت شاہ کمال کیتھلیؒ نے بعد توجہ بتایا کہ شیخ عبد الاحد کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہو گا جس سے الحاد و بدعت کی تاریکی دور ہو گی۔

(تذکرہ مشائخ نقشبندیہ از محمد نوربخش توکلی صفحہ 252-253)

اسی طرح شاہی منجمین نے بھی آپ کی ولادت کے بارہ میں پیشگوئی کی۔

ولادت باسعادت

بشارات کے مطابق آپ کی ولادت 14 شوال971ھ بمطابق 16 مئی 1564ء شب جمعہ شہر سرہند ضلع پٹیالہ، پنجاب، ہندوستان میں ہوئی۔

تحصیل علم

حضرت امام ربانیؒ نے اوائل عمر میں ہی قرآن کریم حفظ کرلیا اور اپنے عالم و فاضل والدمحترم سے علوم عقلیہ و نقلیہ حاصل کیے۔اس کے بعد سیالکوٹ میں مولانا کمال کشمیریؒ سے اکتساب فیض کیا اور کتب حدیث شیخ خوارزمی کے شاگرد علامہ یعقوب کشمیری سے پڑھ کر سند حاصل کی۔ پھر قاضی بہلول بدخشانی سے تفسیر واحدی، اسباب النزول، تفسیر بسیط و وسیط، تفسیر بیضاوی، منہاج الوصول، صحیح بخاری مع متعلقات ثلاثیات، الادب المفرد، مشکوۃ المصابیح، ترمذی مع شمائل اور جامع صغیر و قصیدہ بردہ پڑھا اور انہوں نے آپ کو حدیث مسلسل ''ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء'' کے ساتھ مشکوۃ المصابیح کی اجازت دی۔اس اجازت کی آپ کو اس قدر خوشی ہوئی کہ آپ فرماتے تھے کہ ''یوں محسوس ہوتا ہے جیسے مجھے طبقۂ محدثین میں داخل کرلیا گیا ہے۔'' (مشائخ نقشبندیہ از نفیس احمد صباحی صفحہ 478)

سترہ سال کی عمر تک آپ تمام مروجہ علوم وفنون میں ماہر ہو چکے تھے۔

(سیرت حضرت امام ربانی صفحہ 58-59)

درس و تدریس

تحصیل علم کے بعد آپ نے اپنے والدمحترم کے شاگردوں کو پڑھانا شروع کر دیا۔مختلف ممالک سے آنیوالے طلباء کو علم حدیث اور تفسیر کا صبح و شام درس دیتے۔ اسی زمانہ میں عربی و فارسی میں آپ نے متعدد رسالے تحریر کیے جن میں رسالہ تہلیلہ، رسالہ اثبات نبوت، رسالہ ردّ شیعہ شامل ہیں۔

(تذکرہ مشائخ نقشبندیہ صفحہ 254)

سفر آگرہ

آگرہ جس کا پرانا نام اکبر آباد تھا اور مغل بادشاہ جلال الدین محمد اکبر کا دارالحکومت تھا۔ وہاں کے علماء و فضلاء کی شہرت کا سن کر حضرت مجدد الف ثانیؒ کے دل میں ملاقات کا شوق پیدا ہوا چنانچہ آپ نے آگرہ کے لیے رخت سفر باندھا اور وہاں جاپہنچے۔ وہاں کے علماء آپ کی علمی قابلیت سے بہت متاثر ہوئے اور ملاقات کے لیے خود حاضر ہونے لگے۔ درس و تدریس کا سلسلہ شروع ہوگیا اور طلباء آپ سے حدیث وتفسیر کی کتب کی

سند حاصل کرنے لگے۔

اسی دوران شیخ سلیم چشتیؒ کے ایک خلیفہ آپ سے ملاقات کے لیے آئے اور بغور دیکھنے کے بعد کہا کہ میں نے آپ کو خواب میں دیکھا تھا اور لوگوں کو بتایا کہ یہی وہ شخص ہے جس کے بارہ میں اکثر اولیائے امت نے خبر دی تھی لیکن ابھی ان کے ظہور کا وقت نہیں آیا۔ (سیرت حضرت امام ربانیؒ صفحہ 60)

ابوالفضل علامی سے مناظرہ

اکبر بادشاہ کے نورتنوں میں سے دو بھائی ابوالفضل علامی اور فیضی بھی تھے۔جن کی مجلس میں حضرت امام ربانیؒ تشریف لے جایا کرتے تھے۔ایک روز ابوالفضل علامی نے علوم فلسفہ اور فلسفیوں کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دیئے۔ جس پر حضرت امام ربانیؒ نے امام غزالی کی کتاب المنقذ من الضلال کی روشنی میں جواب دیا کہ جتنے بھی علوم فلاسفہ ،طب وعلم نجوم و ہیئت وغیرہ ہیں سب انبیاء گزشتہ کی کتب وتعلیمات و کلمات سے سرقہ ہیں اور جو علوم خود ان کی طبائع کا نتیجہ ہیں مثلاً حساب ریاضی وغیرہ دین کے معاملہ میں قریباً بے فائدہ ہیں۔جس پر ابو الفضل نے امام غزالی کے متعلق بے ادبی سے کلام کیا جس پر آپ خفا ہوئے اور اس کی مجلس میں آنا بند کر دیا۔ پھر اس نے آپ کی خدمت میں ایک شخص بھیجا اور معافی مانگ کر واپس بلایا۔ (تذکرہ مشائخ نقشبندیہ صفحہ 255)

فیضی کی تفسیر بے نقط میں معاونت

شیخ مبارک ناگوری کے بیٹے فیضی جو ابوالفضل علامی کے بھائی تھے وہ تفسیر بے نقط (مواطع الالہام) لکھ رہے تھے کہ امام ربانیؒ اس کے ہاں ایک روز تشریف لے گئے وہ آپ کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور کہا کہ خوب موقع پر آئے ہیں ایک مقام پر تاویل و تفسیر حروف غیر معجمہ میں دشواری درپیش ہے میں نے بہت کوشش کی ہے لیکن کوئی عبارت نہیں سوجھ رہی یہ سن کر حضرت امام ربانیؒ نے قلم اٹھا کر اس صفحہ کے مطالب کثیرہ حروف بے نقط کمال بلاغت میں تحریر فرمادیے جس سے فیضی آپ کی علمی قابلیت کا معترف ہوگیا۔ (تذکرہ مشائخ نقشبندیہ از محمد نور بخش توکلی صفحہ 256)

وطن واپسی اور شادی

آگرہ میں آپ ایک عرصہ تک قیام پذیر رہے۔آپ کے والد محترم آپ کی محبت میں ملاقات کے لیے وہیں تشریف لے آئے۔ پھر اپنے والد محترم کی خواہش پر وطن واپسی کا قصد کیا۔راستہ میں تھانیسر کے رئیس شیخ سلطان کی صاحبزادی سے آپ کی شادی ہوئی جس کے بعد آپ کی مالی حالت بہت اچھی ہوگئی آپ نے اپنی نئی حویلی کے ساتھ ایک نئی مسجد تعمیر کروائی۔

(سیرت امام ربانی مجدد الف ثانی از ابو البیان داؤد پسروری صفحہ 63)

حج بیت اللہ کا قصد اور سفر دہلی

حضرت امام ربانیؒ کو حج بیت اللہ اور زیارت روضۂ رسول ﷺ کی بہت خواہش تھی لیکن والد محترم کی خدمت کی وجہ سے آپ نہیں جا پا رہے تھے۔والد محترم کی وفات کے بعد 1008ھ میں آپ نے زیارت مکہ و مدینہ کا عزم مصمم کیا اور تنہا سفر پر روانہ ہوئے۔ جب آپ دہلی پہنچے تو وہاں حضرت خواجہ بیرنگ باقی باللہؒ کے مرید علامہ حسن کاشمیری سے ملاقات ہوئی جنہوں نے خواجہ صاحب موصوف کے کمالات کا ذکر کرکے ان سے ملاقات کی آپ کو تحریک کی۔ چنانچہ آپ نے خواجہ صاحب سے ملاقات کے لیے دہلی میں چند روز قیام کرنے کی ٹھانی۔

ملاقات و بیعت حضرت خواجہ باقی باللہؒ

حضرت خواجہ باقی باللہؒ سلسلہ نقشبندیہ کے فرد یگانہ اور صاحب کمالات تھے۔آپ کو ہندوستان آنے سے قبل خواب میں بتادیا گیا تھا کہ ہندوستان کا ایک مرد خدا آپ کی تربیت میں آئے گا اور آپ کے باطنی فیوض سے فائدہ اٹھائے گا۔چنانچہ جب حضرت امام ربانیؒ کی آپ سے ملاقات ہوئی تو خواجہ صاحب نے فوراً پہچان لیا اور خانقاہ میں چند روز قیام کے لیے کہا آپ نے وہاں ایک ہفتہ قیام کا وعدہ کیا جو بڑھتا بڑھتا تین ہفتے تک جا پہنچا ۔کچھ دن گزرتے ہی حضرت امام صاحب نے حضرت خواجہ باقی باللہ کی بیعت بھی کرلی۔ (سیرت امام ربانی مجدد الف ثانی صفحہ 70)

پھر حضرت خواجہ صاحب موصوف نے آپ کی قابلیت اور جوہر کو دیکھ کر آپ کو 1009ھ میں خلعت خلافت عطا کی اور اپنے چند معتبر اصحاب کے ہمراہ سرہند روانہ کیا۔

گوشہ نشینی اور زیارت رسول ﷺ

سرہند واپس آکر آپ نے گوشہ نشینی اختیار کرلی۔ پھر رفتہ رفتہ کچھ وقت حلقہ احباب میں بیٹھنے لگے۔10ربیع الاول 1010ھ بروز جمعہ صبح کے وقت آپ حلقہ احباب میں بیٹھے تھے کہ حالت کشف میں دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ اولیاء اللہ کی ایک جماعت کے ساتھ تشریف لائے اور اپنے دست مبارک سے آپ کو ایک نہایت خلعت فاخرہ پہنائی اور فرمایا کہ یہ تجدید الف ثانی کی خلعت ہے۔ (سیرت امام ربانی مجدد الف ثانی از ابو البیان داؤد پسروری صفحہ 75)

اسی طرح اسی سال ایک روز نماز ظہر کے بعد آپ نے ایک اعلیٰ درجہ کی نور خلعت اپنے اوپر دیکھی اور ساتھ القا ہوا کہ یہ قیومیت کی خلعت ہے جو رسول اللہ ﷺ کے کمال اتباع کے نتیجہ میں آپ کو عطا کی گئی ہے۔

سفر دہلی و لاہور

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ نے اپنی تجدید کے دوسرے سال حضرت خواجہ باقی باللہؒ سے دہلی جاکر ملاقات کی اور اکتساب فیض کے بعد دوبارہ سرہند واپس گئے اور کچھ عرصہ قیام کے بعد لاہور تشریف لے گئے اور وہاں کے علماء و صوفیاء نے آپ سے ملاقات کی اور آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہوئے اور فیض حاصل کرنے لگے۔قیام لاہور کے دوران 25 جمادی الثانی 1012ھ کو خواجہ باقی باللہؒ کا وصال ہوگیا۔جس پر آپ فوراً دہلی پہنچے اور خواجہ صاحب کے پسماندگان سے تعزیت کی۔

تجدیدی کارنامے

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کے وقت ہندوستان میں مغل بادشاہ جلال الدین محمد اکبر کی حکومت تھی۔بادشاہ کے درباری علمائے سوء نے اسکے ذہن میں یہ بات ڈال دی کہ اسلامی شریعت پر ایک ہزار سال مکمل ہوگیا ہے۔ پچھلے ایک ہزار سال میں دین کی تعلیمات اور احکامات پرانے ہوگئے ہیں۔ اب دین کی نئی تعبیر اور نئے فکری ڈھانچے کی ضرورت ہے۔اور یہ کام صرف بادشاہ وقت جو تمام اختیارات کا مالک اور مجتہد اعظم کی حیثیت رکھتا ہے،ہی کرسکتا ہے۔چنانچہ اکبر نے دین الٰہی کے نام سے نیا دین بناڈالا۔جس میں غیر شرعی احکام بھی شامل کر دیئے گئے۔چنانچہ وہ دور مختلف خرافات اور رسومات کا مجموعہ تھا۔اکبر بادشاہ کی غیر اسلامی حرکات کے نتیجہ میں اسلام خطرہ سے دوچار تھا۔بدعات کا ہر طرف دور دورہ تھا۔غیر شرعی احکامات یعنی سورج کی پرستش،سور اور شراب کی حلت،دوسری شادی کی حرمت وغیرہ نافذ کیے جارہے تھے۔

ایسے پرآشوب دور میں آپ نے تجدید دین کا بیڑا اٹھایا اور ایک مخلص داعی الی اللہ اور مبلغ اسلام کے طور پر آپ نے نہایت حکمت اور مصلحت سے اسلام کی ڈوبتی ناؤ کو سہارا دیا۔اکبر کے دور حکومت میں آپ نے اصلاح دین کا کام حکمت اور رازداری سے کیا اور اپنی تبلیغی سرگرمیوں کو خفیہ رکھا۔مکتوبات کے ذریعہ سے اعیان حکومت کو ان غیر شرعی حرکات سے مجتنب رہنے کی طرف توجہ دلاتے رہے۔اور خود ساختہ دین الٰہی کے خلاف قلمی و لسانی جہاد کیا۔

اصلاح جہانگیر

اکبر کی وفات کے بعد جہانگیر کے تخت نشین ہونے پر حضرت مجدد الف ثانیؒ نے بھی اپنی تبلیغ اور اصلاحی کوششوں کا کھل کھلم آغاز کردیا۔اکبر کے تیار کردہ دین الٰہی کو شاہی دربار کی حمایت حاصل تھی چنانچہ آپ نے وزراء و امراء اور اعیان حکومت کو مکتوبات لکھ کر انہیں اس نام نہاد دین الٰہی سے برگشتہ ہونے اور اسلام کی حقیقت کو جاننے کی طرف مائل کیا۔چنانچہ آپ نے جہانگیر بادشاہ کے مشیران خاص اور معاونین خصوصی کو مکتوبات لکھ کر اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ بادشاہ کی اسلامی تعلیمات کے مطابق ذہن سازی کریں اور انہیں شریعت اسلامی کے متعلق آگاہ کریں چنانچہ سیر صدر جہاں،خان جہاں اور شیخ فرید بخاری وغیرہ نے اس سلسلہ میں کافی معاونت کی جس کے نتیجہ میں ایک روز خود جہانگیر نے کہا کہ ایک مجلس قائم کی جائے جو شریعت کے معاملات میں مشورہ دیا کرے۔اس ضمن میں حضرت مجدد الف ثانیؒ نے شیخ فرید بخاری کو مکتوب لکھا کہ اس مجلس میں ایسے متقی اور نیک علماء شامل کیے جائیں جنہیں دولت و طاقت کا نشہ نہ ہو۔اگر علمائے سوء شامل کر دیئے گئے تو بجائے اصلاح دین کے اس میں مزید خرابیاں پیدا ہوتی چلی جائیں گی۔

(ملخص مکتوب نمبر 47، مکتوبات امام ربانی)

چنانچہ ایسا ہی ہوا اور نیک ،متقی علماء پر ایک شرعی مجلس قائم کردی گئی۔اور جہانگیر بھی اسلامی تعلیمات کی طرف مائل ہونے لگا اور اصلاح دین اسلام کی طرف راغب ہوا۔

سازش اور قید

اکبر کے نام نہاد دین الٰہی سے علمائے سوء کی روزی روٹی چلتی تھی جب حضرت مجدد الف ثانیؒ کی انتھک کوششوں سے جہانگیر نے امور شرعیہ کے لیے مجلس قائم کی اور اس میں حضرت امام ربانی کی کوششوں سے نیک علماء شامل ہوئے تو علمائے سوء کو جان کے لالے پڑ گئے۔انہوں نے جہانگیر کے کانوں میں یہ بات ڈالی کہ سرہند کا ایک شیخ زادہ خود کو حضرت ابوبکر صدیقؓ سے برتر اور افضل سمجھتا ہے اور اس کے متعدد کفریہ دعاوی ہیں۔نیز آپ کی مقبولیت بادشاہت کے لیے خطرہ قرار دیا۔چنانچہ جہانگیر نے دربار میں طلب کیا اور آپ نے تمام اعتراضات کے تسلی بخش جوابات دیئے اور مکمل وضاحت پیش

DAILY LONDON ALFAZL ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION
Download on the App Store
ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

کی تو بادشاہ مطمئن ہوگیا لیکن ایک وزیر نے بادشاہ کو کہا کہ آنجناب حاکم وقت ظل الٰہی اور خلیفۃ اللہ ہیں لیکن حضرت امام صاحب نے سجدہ تعظیمی تو دور ،مناسب طریقہ پر آپ کی عزت افزائی بھی نہیں کی۔جس پر آپ نے فرمایا کہ یہ پیشانی غیر اللہ کے سامنے ہرگز نہیں جھکے گی۔اس پر بادشاہ سلامت ناراض ہوگئے اور آپ کو 1018ھ میں قلعہ گوالیار میں اسیر کر دیا۔

قید سے رہائی

ایک سال تک آپ وہاں اسیر رہے اور دوران قید قیدیوں کو اسلامی تعلیمات سے روشناس کراتے رہے اور اشاعت اسلام میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔نتیجۃً قیدیوں کی کثیر تعداد نے اسلام قبول کرلیا۔اس صورتحال کو دیکھ کر آپ کو رہا کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔آپ نے اپنی رہائی کے لیے کچھ شرائط رکھیں کہ دین الٰہی کے غیر شرعی اصول کالعدم قرار دیئے جائیں اور اسلامی شریعت نافذ کی جائے ،سجدہ تعظیمی ختم کر دیا جائے، گائے کے ذبیحہ کی اجازت دی جائے،مسمار مساجد کی از سر نو تعمیر کی جائے، ہر شہر اور قصبہ میں مدارس و مکتب قائم کیے جائیں، کفار پر جزیہ مقرر ہو وغیرہ۔جہانگیر بادشاہ نے یہ تمام شرائط قبول کیں اور آپ آزاد ہوئے۔
(تذکرہ مشائخ عظام از ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی صفحہ 386تا388)

علماء کی اصلاح

اکبر کے دور حکومت میں علماء و صوفیاء نے بادشاہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے درباری مزاج کے مطابق اسلامی تعلیمات میں یونانی فلسفہ اور ہندوستانی تصورات اور مشرقی رسم و رواج کی آمیزش کر دی جس سے اسلامی تعلیمات اور اسلامی تصور تصوف کی اصل روح مٹ گئی اور ایسے عجیب و غریب طریقے وضع ہوگئے جن کا دین وعقل سے دور دور کا کوئی تعلق نہ تھا اور محض حصول جاہ وحشمت کا ذریعہ تھے۔حضرت مجدد الف ثانیؒ نے علماء و صوفیاء کی اصلاح کا بھی بیڑا اٹھایا اور اپنے مکتوبات و تقاریر و خطابات کے ذریعہ ان کو اسلام کی حقیقی تعلیم سے روشناس کرایا اور ان کو توجہ دلائی کہ حقیقی بادشاہ کی خوشنودی حاصل کرو نہ کہ دنیاوی بادشاہوں کے غلام بنو۔آپ نے نیک اور متقی علماء کو ایوان حکومت میں رسائی دلائی جس سے بادشاہ کو بھی اسلام سے رغبت محسوس ہوئی اور وہ دین اکبری سے برگشتہ ہوا اور اپنے والد کے بنائے گئے دین الٰہی کو مکمل ختم کر دیا۔

صوفیاء کی رہنمائی

پھر آپؒ نے صوفیاء کو شریعت و طریقت کی راہوں پر گامزن کرایا اور انہیں اسلامی تصوف سے بہرہ ور کیا ۔فنا،بقا اور لقا کی حقیقت ان پر آشکار کی۔آپ نے صوفیاء کو فرائض وسنن کی ادائیگی کی طرف توجہ دلائی کہ محض اذکار و وظائف ہی کافی نہیں اعمال صالحہ اور فرائض وسنن ادا کرنے بھی ضروری ہیں۔آپ نے صوفیاء کو توجہ دلائی کہ ایک فرض نماز باجماعت ادا کرنا ان کے ہزار چلوں سے بہتر ہے۔

(مکتوب نمبر 260، مکتوبات امام ربانی)

اسی طرح آپ نے صوفیاء کو تلقین کی کہ اپنے مریدوں کو منع کریں کہ وہ آپ کو سجدہ نہ کریں کیونکہ معبود حقیقی کو ہی سجدہ کرنا جائز ہے۔نیز آپ نے انہیں اپنی مجالس میں تصوف اور فقہ کی کتابیں پڑھنے کی طرف توجہ دلائی۔(مکتوب نمبر 229، مکتوبات امام ربانی)

علمی مقام و مرتبہ

حضرت مجدد الف ثانیؒ کو اللہ تعالیٰ نے متعدد علوم ظاہری سے نوازا تھا۔آپ علمائے راسخین میں سے تھے۔قرآنی علوم میں بھی آپ طاق تھے۔آپ نے شیخ بدیع الدین کے نام اپنے مکتوب میں متشابہات قرآنی اور رموز مقطعات پر سیر حاصل بحث کی۔آپ ایک عظیم محدث، مجتہد اور متکلم بھی تھے۔آپ نے اپنی علمی استعدادوں سے خوب فائدہ اٹھایا اور سینکڑوں شاگردوں کو اپنے علم وفضل سے سیراب کیا۔آپ نے مختلف ممالک میں اپنے مریدوں کو اصلاح و ارشاد کے کام کے لیے بھجوایا۔

تصانیف

حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اپنی تصنیفات سے بھی تجدید دین کا حق ادا کیا۔آپ کی شہرۂ آفاق تصنیف ’’مکتوبات امام ربانیؒ‘‘ ہے جس کا اردو اور عربی ترجمہ بھی ہوچکا ہے۔اس کے علاوہ متعدد رسائل وکتب بھی تالیف فرمائیں جن میں مبدء ومعاد، معارف لدنیہ، اثبات النبوۃ، مکاشفات غیبیہ، تعلیقات عوارف، آداب المریدین، رسالہ درمسئلہ وحدت الوجود، رد الرفضہ، رسالہ مقصود الصالحین، رسالہ جذب وسلوک، رسالہ تہلیلیہ، اثبات وثبوت، شرح رباعیات، رسالہ درعلم حدیث وغیرہ شامل ہیں۔

محبت رسول ﷺ

حضرت مجدد الف ثانیؒ کو رسول اللہ ﷺ سے بے حد محبت تھی۔ایک دفعہ اپنے حلقہ احباب میں فرمایا:

محبت آنسرور بہ نہجے مسولی شدہ است
کہ حق سبحانہ و تعالیٰ را بواسطہ آں دوست

یعنی سرور کائنات ﷺ کی محبت اس طرح غالب آگئی ہے کہ میں حق سبحانہ وتعالیٰ کو اس لیے دوست رکھتا ہوں کہ وہ محمد مصطفیٰ ﷺ کا رب ہے۔(تذکرۃ مشائخ نقشبندیہ از نور بخش توکلی صفحہ 276)

وفات

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کو اپنی وفات کے بارہ میں قبل از وقت ہی اطلاع ہوگئی تھی۔1032ھ میں آپ اجمیر میں تھے کہ ایک روز فرمایا: آثار بتلاتے ہیں کہ اب کوچ کا زمانہ قریب ہے۔چنانچہ آپ نے حضرت خواجہ محمد معصومؒ کو اپنا جانشین مقرر کیا اور واپس سرہند آگئے۔سرہند میں آپ نے تبتل اختیار کرلیا اور تنہائی میں خدا تعالیٰ کی عبادت میں مصروف ہوگئے۔1033ھ کی عید الاضحیٰ کی نماز ادا کرنے کے بعد مختصر تقریر کی جس میں آپ نے لوگوں کو بتادیا کہ آپ عنقریب دنیا سے رخصت ہونے والے ہیں اور فرمایا کہ آثار مجھے بتلا رہے ہیں کہ میری عمر نبی ﷺ کی سنت کے مطابق تریسٹھ سال ہوگی۔اب تریسٹھواں سال ختم ہونے کو ہے میں عنقریب تم لوگوں سے جدا ہوجاؤں گا اور اپنے مولیٰ کا دیدار حاصل کروں گا۔‘‘
(سیرت امام ربانی مجدد الف ثانی از ابو البیان داؤد پسروری صفحہ 145)

اس کے کچھ عرصہ بعد آپ کو ضیق النفس (دمہ) کا دورہ ہوا۔12 محرم 1034ھ کو آپ اپنے والد اور اپنے جداعلیٰ حضرت امام رفیع الدین کے مزاروں پر تشریف لے گئے اور دعائے مغفرت کی۔آپ کا مرض دن بدن بڑھتا گیا۔13 صفر بوقت عصر آپ کو شدید بخار ہوگیا۔دوران مرض بھی نماز باجماعت ادا کرتے رہے۔اور رفع تکلیف کے لیے صدقات وخیرات بھی کرتے رہے۔23صفر کو کچھ افاقہ بھی ہوگیا لیکن پھر بخار عود آیا۔29 صفر 1034ھ بروز بدھ بوقت اشراق بعمر تریسٹھ سال اپنے خالق حقیقی سے جاملے۔انااللہ و انا الیہ راجعون

آپ کی نماز جنازہ آپ کے صاحبزادے خواجہ محمد سعید نے پڑھائی۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ کے ساتھ صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں تھیں۔

بقیہ: فرمان خلیفۂ وقت...... از صفحہ 1

بنی نوع کو فائدہ پہنچائے گا‘‘۔ (مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 160 اشتہار ’’تکمیل تبلیغ‘‘ اشتہار نمبر 51 مطبوعہ ربوہ)

پس حقیقی نیکی اُس وقت ہو گی جب اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود ہو گی اور اس رضا کے حصول کے لئے اپنی تمام تر طاقتوں اور استعدادوں کو اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے ہمدردی میں ایک شخص استعمال کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے سب سے بڑھ کر انسان ہے جو اشرف المخلوقات ہے۔ پس حقیقی انسان اُس وقت بنتا ہے جب حقوق العباد کی ادائیگی کی طرف توجہ پیدا ہو۔ دوسروں کو فائدہ پہنچانے کی طرف توجہ دے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ یکم جون 2012)

10 اکتوبر 2020ء		طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ		04:58	18:00
مدینہ منورہ	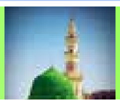	05:00	17:59
قادیان	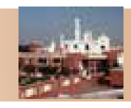	05:07	18:02
ربوہ		04:47	17:42
اسلام آباد ٹلفورڈ	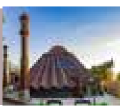	05:49	18:20